پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر حکمت
ترجمہ و توضیحات: ڈاکٹر محمد ریاض

میر سیّد علی ہمدانیؒ

"از ہمدان تا کشمیر"

(ڈاکٹر علی اصغر حکمت شیرازی ایرانِ معاصر کے نامور مصنف، محقق اور شاعر ہیں۔ فاضل موصوف ایران میں کئی محکموں کے وزیر اور بیرونی ملکوں میں سفیر رہ چکے ہیں۔ عمر اس وقت اسی سال کے قریب ہوگی۔ عنوان بالا کے تحت ان کی یہ فاضلانہ تقریر ماہنامہ "یغما" تہران کے نومبر ۱۹۵۱ء (صفحہ ۳۳۷- ۳۴۴) کے شمارے میں چھپی تھی میر سیّد علی ہمدانیؒ کے بارے میں اس تقریر کا کسی قدر آزاد ترجمہ مع محذوفات، توضیحات پیش کیا جا رہا ہے کہ اکثر فضلا ڈاکٹر حکمت کی ان تحقیقات کو پڑھنے کے مشتاق ہیں اور ماہنامہ "یغما" ہمارے ہاں ملتا نہیں ہم نے ادارہ "یغما" کے توضیحی نوٹ کا بھی ترجمہ کر دیا ہے —— مترجم)

مستشرقین کے اجلاس منعقدہ استنبول ستمبر ۱۹۵۱ء کی کارروائی کو ہم نے اکتوبر والے شمارہ (صفحہ ۳۲۵) میں چھاپ دیا ہے۔ اسی مجمع فضلا میں علی اصغر حکمت صاحب نے میر سید علی ہمدانیؒ کے بارے میں ایک تقریر کی تھی جس کا فرانسیسی متن اجلاس کی کارروائی کے بیان میں چھپ جائے گا۔[1] مزید استفادے کی خاطر اسی تقریر کا خلاصہ، جو خود حکمت صاحب نے تیار کیا ہے، چھاپا جا رہا ہے (ادارہ "یغما")

مقدّمہ

حضرات! میری تقریر کا موضوع ایک ہمدانی عالم ہے جس نے چودھویں صدی عیسوی میں زندگی بسر کی ہے۔ وہ ہمدان میں متولّد ہوا، مفصل سیر و سیاحت کے بعد سرزمین پنجاب کے ایک سرحدی شہر میں فوت ہوا اور سوویٹ یونین کی جمہوریہ تاجکستان کے شہر ختلان (کولاب) میں مدفون ہے۔

یہ بزرگ میر سید علی ہمدانی ہیں جن کے القاب امیر کبیر اور علی ثانی ہیں۔ آپ تاریخ تصوف

---

[1] فرانسیسی متن کے علاوہ، اس تقریر کا جرمنی میں ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ (مترجم)

اور ایران و برِ صغیر (پاک و ہند) کی سیاسی اور مذہبی تاریخ میں ایک عظیم مرتبہ پر فائز ہیں اور ان علاقوں کے فضلا نے ان کے بارے میں کافی لکھا بھی ہے۔ یہاں ہم ان کی زندگی کے مختصر حالات اور بعض واقعات کو لکھیں گے۔ ہمارے مآخذ مندرجہ ذیل ہیں:

نفحات الانس من حضرات القدس، حبیب السیر فی اخبار افراد البشر جزو سوم، واقعاتِ کشمیر اعظمی، مجالس المومنین جلد دوم، طرائق الحقائق جلد سوم، خزینۃ الاصفیا جلد دوم، برٹش میوزیم، نیشنل لائبریری پیرس اور باڈلین وغیرہ کی فہرست مخطوطات، اور ڈاکٹر صوفی کی انگریزی کتاب "کشمیر" خصوصاً اس کی پہلی جلد۔

تاریخ احوال

اس نامور بزرگ کی زندگی کی جزئیات بتانا ہمارے موضوع سے خارج ہے البتہ ان کا کسی قدر یہاں ذکر کریں گے۔ آپ ہمدان کے علوی سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے (اس خاندان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: تواریخ علویہ، طالبیہ، عمدۃ الطالب، لباب الانساب، راحۃ الصدور و آیۃ السرور اور تاریخ جہاں کشائے جوینی)۔ پانچویں، چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں یہ خاندان بڑا مقتدر رہا اور اس کے سرداروں کا لقب علاء الدولہ ہوتا تھا اور خلاصۃ المناقب (بحوالہ مجالس المومنین) کی روایت کے مطابق، آخری علاء الدولہ[۵۲] میر سید علی ہمدانی کا ماموں تھا اور ان کی تربیت اسی بزرگ نے کی ہے۔

ولادت و وفات

واقعات کشمیر اعظمی نیز ان کے شاگرد اور مرید جعفر بدخشی کی خلاصۃ المناقب[۵۳] کی روایت کے بموجب جسے صاحب مجالس المومنین نے نقل کیا ہے، علی ہمدانی سولھویں پشت میں علی بن حسین بن امام علی زین العابدین سے جا ملتے ہیں۔ آپ کی ولادت پیر کے دن ۱۲ رجب ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء

---

۵۲ سید علاء الدولہ یا علاء الدین سمنانی، ماں کی طرف سے سید اور میر سید علی ہمدانی کے رشتے کے ماموں تھے۔ ملاحظہ ہو: الفصول الفخریہ فی اصول البریہ مؤلفہ سید جمال الدین احمد (متوفی ۸۲۸ھ) تہران، ص ۲۰۱ (مترجم)

۵۳ اس کتاب کے مخطوطے پنجاب یونیورسٹی، لاہور، استنبول، برلین، اور باڈلین کے کتب خانوں میں موجود ہیں (مترجم)

کو ہمدان میں ہوئی۔ کلمہ " رحمۃ اللہ" ان کی تاریخ ولادت ہے جب کہ " بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تاریخ وفات۔ کہتے ہیں وفات کے وقت ان کلمات کی تکرار فرما رہے تھے، اور وہی تاریخ وفات نکلی سرینگر میں خانقاہ معلیٰ میں یہ دو بیتی کندہ ہے اور اس روایت کی حامل ہے:

حضرت شہ ہمدانؒ کریم — آیۂ رحمت ز کلام قدیم
گفت دردم آخر و تاریخ شد — "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

بقول صاحب خلاصۃ المناقب، ان کو ایک بار زہر دیا گیا تھا اور اس کا اثر ساری عمر باقی رہا۔

آپ کا مقبرہ

سید صاحب نے جس جگہ وفات پائی، اسے پاخلی کہتے ہیں (ضلع ہزارہ، پاکستان غربی۔ یہ مقام پاکستان کی سرحد کے نزدیک اور کونار کا فرستان کے پاس ہی ہے)۔ ہندوستان میں خاندان مغلیہ کے بانی بابر نے ۹۲۰ھ / ۱۵۱۴ء میں اس جگہ کی زیارت کی۔ اس نے اپنی یادداشتوں (تزک بابری) میں لکھا: "میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سفر کرتے ہوئے یہاں آئے اور کونار سے دو میل کے فاصلہ پر ارتحال فرمایا۔ آپ کے مرید نعش مبارک کو ختلان لے گئے مگر یہاں بھی ایک پُر نور بقعہ بنایا گیا ہے۔ ۹۲۰ ہجری میں چغان سرا پر قبضہ کرتے وقت میں یہاں آیا اور اس جگہ کی زیارت کی اور اظہار ارادت کیا۔"

آپ کی نعش مبارک کو پاخلی سے ختلان لے جانے کے سلسلے میں ایک دلچسپ روایت بھی ہے جسے صاحب خزینۃ الاصفیا نے نقل کیا ہے۔ آپ کے مقرب شاگردوں اور مریدوں میں ایک کا نام خواجہ اسحاق ختلانی ہے جو امیر سید محمد نوربخش کے استاد تھے۔

سید صاحب کا مقبرہ کولاب (Kolabe) جمہوریہ تاجکستان میں ہے۔ روس کے مستشرق پروفیسر پاسکی نے بڑی کوشش کر کے اس مزار کی پوری کیفیت مع تصاویر بھیجی ہے، اور ڈاکٹر صوفی صاحب نے اسے اپنی کتاب "کشیر" (انگریزی ص ۱۱۶ تا ۱۰) میں چھاپ دیا ہے۔

سلسلۂ مشائخ

میر سید علی نے اپنے رسائل " داؤدیہ " اور " فقریہ " کے آخر میں اپنے سلسلہ مشائخ

کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ شیخ علاء الدولہ سمنانی (وفات ۷۳۶ھ) کے ذریعے فرقہ کبرویہ (یعنی شیخ احمد بن عمر الخیوقی معروف بہ نجم الدین کبریٰ وفات ۶۱۸ ہجری) سے منسوب ہیں۔ اس سلسلے کے مشائخ وصوفیہ کی تعلیمات محی الدین ابن عربی اور ان کے پیروؤں کے عقائد سے مختلف ہیں اور آٹھویں سے دسویں صدی ہجری تک وسط ایشیا اور ایران میں اس سلسلے کے بزرگوں کے مسلک کا زیادہ چرچا رہا ہے۔ سید علی نے کوئی نیا صوفیانہ گروہ تشکیل نہیں کیا۔ یاد رہے کہ نوربخشی فرقہ کے بانی سید محمد نوربخش خواجہ اسحاق ختلانی کے شاگرد تھے اور خود خواجہ موصوف سید علی صاحب کے شاگرد تھے۔ سید محمد نوربخش نے سلطان شاہرخ بن امیر تیمور کے زمانے میں بڑی مذہبی اور سیاسی اہمیت حاصل کر لی تھی[۵۴] ایران میں شاہ طہماسپ صفوی کے زمانے (دسویں صدی ہجری) میں نوربخشیہ فرقہ کے لوگوں کا استیصال کر دیا گیا۔ مگر ان کے علمی اور فکری نقوش اور تالیفات اب بھی باقی اور اہم ہیں۔ خاکسار کے پاس سید محمد نوربخش کی مثنوی "صحیفۃ الاولیا" کا مخطوطہ موجود ہے۔ اس مثنوی میں انھوں نے نوربخشی سلسلے کے بزرگوں کا ذکر کیا ہے۔ میر سید ہمدانی کے بارے میں یہ تین شعر ہیں:

دگر شیخ[۵۵] کہ او سید است | علی نام والوندی المولد[۵۶] است
بگشت او جہاں را سراسر سہ بار | بدید اولیا چار صد با ہزار
نمودہ است پنجاہ سال اختیار | تجافی ز مضجع، زہی مرد کار

شاعری

اس میں شک نہیں کہ میر سید علی ہمدانی شاعر تھے لیکن ان کے اشعار کی تدوین نہیں

---

۵۴ دیکھیے مترجم کا مقالہ: Mir Syyid Mohammad Noor Bakhash

Journal of the Pakistan Historical Society Karachi (Quarterly) July, 1969.

۵۵ یعنی میر سید محمد نوربخش (۸۶۹ھ) کے پیر خواجہ اسحٰق ختلانی (۸۲۶ھ) کے پیر (مترجم)

۵۶ الوند، ہمدان کے پاس ہی ایک پہاڑ ہے۔ "الوندی المولد" سے مراد ہمدانی ہے۔

ہوئی اور سوائے چند رباعیوں اور قطعات یا متفرق اشعار کے جن کو تذکرہ نویس ان سے منسوب کرتے آئے ہیں، ان کا کوئی خاص مجموعۂ شعری دستیاب نہیں ہوتا (دیکھیے ریاض العارفین اور مجالس المومنین)۔ کتب خانہ ملی ملک تہران کے ایک مخطوطہ کے آخر میں چند ناتمام غزلیں درج ہیں اور لکھا ہے کہ یہ ساری غزلیں ایک ہی رات میں آپ نے کہی ہیں اور پھر کبھی شعر نہیں کہا۔ دو عرفانی رباعیات بھی ہیں جو درج کی جا رہی ہیں:

۱۔ ہر کو برہ علی عمرانی شد — چوں خضر بہ سرچشمۂ حیوانی شد
از وسوسۂ فریب شیطان وارست — مانند علاء الدولہ سمنانی شد[۵۷]

۲۔ عیب است بلند برکشیدن خود را — وز جملۂ خلق برگزیدن خود را
از مردمک دیدہ بباید آموخت — دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

ایک اور قطعہ بھی اکثر ان سے منسوب کیا جاتا رہا ہے:

پرسید عزیزی کہ علی اہل کجائی؟ — گفتم بولایت علی کتہ ہمدانم (الخ)۔۔۔۔۔

نثر

سید صاحب کی تصانیف عربی اور فارسی دونوں میں بیشتر نثر میں ہیں۔ ان کی زیادہ کتابیں مخطوطوں کی صورت میں ایران، ہندو پاکستان، یورپ اور استنبول کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مجھے چھپا ہوا ان کا رسالہ "المودۃ فی القربیٰ" (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ، سورۂ ۴۲ کی آیت ۲۳ کی شرح) ہی نظر آیا جو ۱۳۱۰ ہجری میں بمبئی میں لیتھو طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔۔۔۔۔[۵۸] آپ کی سب سے مفصل اور اہم کتاب جو ہم تک صحیح حالت میں پہنچی ہے اس کا موضوع سیاست ملکی، اور بادشاہوں کی رہنمائی ہے۔ اس کتاب کا نام "ذخیرۃ الملوک" ہے۔ دیکھیے ریو کی مرتبہ فہرست کتب ۱، ۲۶۱ و اضافی صفحہ ۱۴۴۷)۔ اس کتاب کے ۲ مخطوطے کتب خانہ ایا صوفیہ میں ایک کتب خانہ مجلس ملی اور ایک دوسرا نفیس نسخہ کتب خانہ ملی ملک تہران میں موجود ہے۔

---

۵۷ یہ دو بیتی خواجہ کرمانی (وفات ۷۵۳ھ) کی ہے (مترجم)

۵۸ ذخیرۃ الملوک، چہل اسرار اور اورادِ فتحیہ وغیرہ اس وقت تک چھپ چکے تھے۔ بعد میں ان کے کئی مختصر رسالے یا ان کے تراجم ایران، پاکستان اور دوسرے ممالک میں چھپ چکے ہیں (مترجم)

اس کتاب کو بظاہر سید صاحب نے اپنے دور کے ایک بادشاہ کی گزارش پر لکھا ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کی روش نگارش کے مطابق اس کتاب میں سجع اور آرائش لفظی و معنوی موجود ہے اور اس کے دس باب ہیں۔ ہر باب میں ایات قرآن مجید اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں بحث کو شروع کرتے ہیں اور آخر میں اپنی صوفیانہ تحقیق کا اضافہ فرماتے ہیں۔ اس کتاب پر شیخ سعدی کی گلستان کے اثرات نمایاں ہیں، جو تقریباً ان سے سو سال قبل لکھی گئی۔ اگرچہ ذخیرۃ الملوک کی نثر کا پایہ گلستان کا سا نہیں ہے اور نہ سید صاحب کے اشعار میں ان کے معاصرین شبستری اور حافظ کی سی سوز و حرارت ہے، لیکن کتاب کا انداز اور اس نثری کتاب میں لائے ہوئے سید صاحب کے اشعار ایک خاص کیف کے حامل ہیں۔

رسائل

کتب خانۂ ملی ملک تہران میں ان کے رسائل کے دو مجموعے ہیں۔ پہلے مجموعہ میں عربی اور فارسی میں ان کے ۲۵[۵۹] رسالے ہیں جن میں سے بیشتر کا موضوع تصوف و عرفان ہے۔ چند رسالے لائق توجہ ہیں۔

۱۔ مرأت التائبین۔ ۲۲ ورق کے اس رسالے میں راہِ سلوک کی منزل اوّل "توبہ" کے بارے میں مفصل بحث ہے۔

۲۔ دہ قاعدہ۔ اس مختصر رسالے میں تصوف کے دس اصول: توبہ، زہد، توکل، قناعت، عزلت، ذکر، توبہ، صبر، مراقبہ اور رضا مذکور ہیں۔ یہ موجز اور مختصر رسالہ ایران میں بہت متداول رہا اور اس کے متعدد مخطوطے موجود ہیں[۶۰]۔

۳۔ منامیہ۔ خواب کی تعبیر کے بارے میں دلچسپ رسالہ ہے۔

۴۔ انسانیہ۔ علم قیافہ شناسی کے بارے میں ہے۔

۵۔ مکاتیب۔ اس مجموعے میں آٹھ خطوط ہیں جو مختلف بادشاہوں، امرا اور شاگردوں

---

۵۹ ان رسالوں کے ناموں میں مختلف مخطوطات میں اختلاف پایا جاتا ہے (مترجم)

۶۰ یہ رسالہ دو کتابوں (شرح احوال نجم الدین کبریٰ اور فرہنگ ایران زمین) میں چھپ بھی گیا ہے (مترجم)

کے نام ہیں۔ ایک مولانا جعفر بدخشی صاحب خلاصۃ المناقب کے نام ہے۔ بعض خطوط میں سید صاحب نے مختلف امراض کا علاج تجویز فرمایا ہے۔

۶۔ ہمدانیہ۔ کلمہ ہمدان کی سہ گانہ شرح ہے: لغت، موضع جغرافیائی اور صوفیانہ انداز میں۔

۷۔ مشارب الاذواق۔ اس مفصل رسالے میں سید صاحب نے شیخ ابوحفص عمر بن فارض مصری کے قصیدہ میمیہ خمریہ کی شرح لکھی ہے۔

۸۔ اسرار النقطہ (عربی) علم توحید کے دقیق نکات پر حاوی ہے۔

دوسرے رسالے مندرجہ ذیل ہیں:

۹۔ حل مشکل۔ ۱۰۔ ذکریہ۔ ۱۱۔ اربعین (عربی)۔ ۱۲۔ امیریہ۔ ۱۳۔ اعتقادیہ۔ ۱۴۔ نوریہ۔ ۱۵۔ داؤدیہ۔ ۱۶۔ سر الطالبین۔ ۱۷۔ ذکریہ (عربی)، ۱۸۔ واردات ۱۹۔ عقلیہ۔ ۲۰۔ مخطوبات۔ ۲۱۔ درویشیہ۔ ۲۲۔ فقریہ۔ ۲۳۔ وجودیہ۔ ۲۴۔ فتوتیہ۔ [1] ۲۵۔ تلقینیہ۔

کتب خانہ ملی ملک کے دوسرے مخطوطہ مرقومہ ۹۰۷ ہجری میں ۳۸ رسالے ہیں اور چند غزلیں اور متفرق اشعار ہیں۔ اس مجموعہ میں بارہ ایسے رسالے ہیں جو پہلے مجموعہ میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ اس مجموعے میں بعض وہ رسالے موجود نہیں ہیں جو پہلے میں موجود ہیں۔ نئے بارہ رسالے مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اسرار وحی۔ [2] ۲۔ ذخیرۃ الملوک۔ ۳۔ اورادیہ۔ ۴۔ مجمل مقام صوفیہ۔ ۵۔ مشیت ۶۔ بہرام شاہیہ۔ ۷۔ عقبات۔ ۸۔ حقیقت ایمان۔ ۹۔ موچلکہ۔ ۱۰۔ حق الیقین۔ ۱۱۔ علمائے دین اور۔ ۱۲۔ صفۃ الفقرا۔

مذہبی کارنامے

سید صاحب کے حالات میں لکھا گیا ہے کہ ان کے استاد شیخ محمود مزدقانی رازی نے

---

[1] راقم الحروف نے دس مخطوطوں سے مقابلہ کر کے اس کے متن کی تصحیح کی ہے اور یہ عنقریب چھپنے والا ہے (مترجم)

[2] معراج رسولؐ کے بارے میں یہ رسالہ شیخ عزیز نسفی (وفات ۶۱۲ھ) کا ہے (مترجم)

آپ کو حکم دیا تھا کہ دنیا کی سیاحت فرمائیں (دیکھیے نفحات الانس من حضرات القدس)۔ سید واقعی عالم اسلام کے بڑے سیاحوں میں سے ایک تھے۔ آپ نے ۲۱ برس سے زیادہ عرصہ تک عالم اسلام کے اکثر ممالک کی سیاحت کی اور کئی بار حج اور عمرہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ ان کی سیاحت کی بڑی جولاں گاہ اور سرگرمیوں کا مقام وادی کشمیر رہی رہی اور آپ کو بجا طور پر "مرشد کشمیر" (The Apostle of Kashmir) کہا جاتا ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر سر محمد اقبال لاہوری نے جاوید نامہ (ص ۱۸۵) میں آپ کو شاندار خراج عقیدت پیش کیا ہے:

سید السادات، سالارِ عجم — دست او معمار تقدیر امم

مرشد آں خطۂ مینو نظیر — میر و درویش و سلاطیں رامشیر

خطہ را آں شاہ دریا آستیں — داد علم وصنعت و تہذیب و دیں

آفرید آں مرد ایران صغیر — با ہنر ہای غریب و دلپذیر

آپ پہلی بار ۷۷۴ ہجری / ۱۳۷۲ء میں سلطان شہاب الدین کے دور حکومت میں تشریف لائے اور چار ماہ کے قیام کے بعد حج کے لیے حجاز چلے گئے۔ دوسری بار ۷۸۱ھ / ۱۳۷۹ء میں آئے اور ڈھائی سال تک قیام فرمانے کے بعد رخصت ہو گئے۔ آپ کی اس تشریف فرمائی کی تاریخ کسی شاعر نے یہ کہی ہے "مقدم تشریف او" (۷۷۴ھ)۔ تیسری بار آپ ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء میں آئے اور دو سال سے زیادہ اقامت گزینی کے بعد آپ ترکستان کی طرف روانہ ہوئے اور راستے میں ہی فوت ہوئے۔ میرزا دوغلات نے "تاریخ رشیدی" میں اور اس کی تقلید میں تاریخ فرشتہ (باب دہم) کے مؤلف نے آپ کا کشمیر میں قیام تقریباً ۴۰ دن لکھا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

بظاہر تیسری بار ۷۸۵ھ / ۱۳۸۳ء میں آپ امیر تیمور کی ایران پر تیسری فوج کشی کی وجہ سے کشمیر آئے تھے۔ اس سال تیمور نے عراق کو فتح کرنے کا سوچا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہمدان کے مقتدر سادات کا مع سید علی ہمدانی قلع قمع کر دے۔ اس سلسلے میں اور باتیں بھی مشہور ہیں (دیکھیے رام چندر کی انگریزی

تالیف "عمارات قدیم"[۱۳] مطبوعہ لندن ۱۹۳۳ء)۔

خانقاہِ معلّٰی کی تعمیر

خانقاہ شاہ معلی، جو کشمیر کے شہر سرینگر میں واقع ہے اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ میر سید علی یہاں عبادت کرتے، باجماعت نماز پڑھاتے اور وعظ و تبلیغ فرماتے تھے۔ مسلمانوں کے علاوہ ہندو بھی اس جگہ کا احترام کرتے ہیں۔ اس مقام کا نام علاء الدین پورہ ہے جہاں سید صاحب پہلی بار تشریف فرما ہوئے تھے۔ ۷۹۸ھ/ ۱۳۹۵ء میں ان کے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی نے اس کو تعمیر کرایا تھا۔ خانقاہ میں یہ قطعہ لکھا ہوا ہے:

ہر فیض کہ در سابقہ ہر دو جہان است   در پیرو کی حضرت شاہ ہمدان است
شاہ ہمدان ؟ بلکہ شہنشاہ جہانست   ای خاک بر آن دیدہ کہ در ریبش گمان است

مغلیہ عہد یعنی اکبر کے دور میں یہ مسجد آباد تھی اور ابوالفضل علامی آئین اکبری میں اس کا ذکر کرتا ہے۔ اس کی تعمیر خاص انداز کی ہے۔ خانقاہ کا ایک مربع نما وسیع ہال ہے۔ یہ کئی مرتبہ آتش زدگی کا شکار ہوئی اور دوبارہ مرمت ہوئی ہے۔ واقعات کشمیر اعظمی میں ۸۸۰ھ میں آگ لگنے کا واقعہ درج ہے۔ حسن شاہ شاہمیری نے اسے مرمت کرایا۔ ترال دونٹی پورہ میں بھی میر سید محمد ہمدانی نے ایک خانقاہ تعمیر کرائی تھی جو اسلامی تبلیغ کا اہم مرکز تھی۔ یہ مسجد بھی انھوں نے سلطان اسکندر بت شکن کے زمانے میں تعمیر کی تھی اور اسلامی تبلیغ کا یہاں بڑا کام ہوا ہے۔ میر سیّد علی اور ان کے صاحبزادے کے ساتھ جو سادات کشمیر آئے تھے، وہ بھی مساجد کی تعمیر نیز لوگوں کی رضا و رغبت سے ہندوؤں کے معابد کو مساجد میں تبدیل کرنے میں مصروف رہے۔ اسی طرح پورے کشمیر میں خانقاہیں اور مسجدیں بنیں۔ سلطان قطب الدین نے اپنے مرشد میر سید علی ہمدانی کے حکم پر اپنا ہندوانہ لباس ترک کر دیا اور مسلمان سلاطین جیسا

---

[۱۳] فاضل مقرر کی مراد Ancient Monuments سے ہے۔ مگر شاہ ہمدان اور امیر تیمور کی ملاقات ۷۷۳ھ میں ہوئی ہے۔ خلاصۃ المناقب مؤلفہ جعفر بدخشی (وفات ۷۹۷ھ) اور مستورات یا منقبت الجواہر مؤلفہ حیدر بدخشی (نویں صدی ہجری) میں تصریحات مل جاتی ہیں (مترجم)

لباس پہننے لگا تھا - سید صاحب کی عطا کردہ ٹوپی کو وہ باقاعدگی سے پہنتا تھا - یہ متبرک کلاہ کئی سلاطین کشمیر کے سر کی زینت بنی رہی مگر سلطان فتح شاہ نے وصیت کی تھی کہ اسے اس کی قبر میں رکھ دیا جائے - اس وصیت کی تعمیل سے ہی سلاطین شاہمیری کا زوال شروع ہو گیا تھا (دیکھیے خزینۃ الاصفیا جلد ۲ ص ۲۹۵)

سلسلۂ اخلاف

میر سید علی ہمدانی کے اخلاف اس وقت مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں - کچھ تو سادات علوی کے نام سے ہمدان میں موجود ہیں - "باغ علی" کے نام سے ہمدان کے شمال میں باباطاہر عریاں ہمدانی کے مزار کے قریب ہی جو وسیع موقوفہ زمین ہے، اس سے انھیں حق الوراثت کے طور پر ایک خاص رقم اب بھی مل رہی ہے - سید صاحب کے اخلاف میں سے کچھ سرینگر میں ہیں اور کچھ ختلاب شہر میں جو بلخ کے نزدیک واقع ہے -

گنبد علویان

یہ عمارت چھٹی صدی ہجری / بارھویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی اور سید صاحب کے خاندان سے متعلق ہے - یہاں چند سطریں اس کے بارے میں بھی پیش خدمت ہیں - یہ عمارت سلاجقہ کے دور میں اور بظاہر ہمدان کے ان سادات علوی نے بنوائی ہے جو اس دور میں صاحب اقتدار تھے، مگر اس سلسلے میں کوئی تاریخی کتبہ موجود نہیں ہے - یہ ایک مربع عمارت ہے جو پختہ اینٹوں سے بنائی گئی ہے اور اب بھی خاصی بہتر حالت میں موجود ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہلے اس پر گنبد تھا مگر یہ بات بھی بظاہر ایسی ہی افواہ ہوگی جیسی یہ بات کہ یہ گنبد علویاں خانہ کعبہ کی صورت پر بنایا گیا تھا - اس گنبد کے چاروں طرف کوفی خط میں منقش تحریریں ہیں جن پر قرآن مجید کی آیات لکھی ہوئی ہیں - یہ گنبد "میر عقیل" کے باغ میں واقع ہے - یہاں پہلے قبرستان رہا ہے - بعد میں میر عقیل نامی شخص نے یہاں باغ بنوا دیا - ۱۹۲۲ء میں اس عمارت کو ادارہ آثار قدیمہ نے اپنے تحت لے لیا اور ۱۹۳۸ - ۳۹ء میں وزارت تعلیم نے اس کی مرمت کروائی - اس کام میں موسیو اندرہ گدر نے بڑی محنت اور تعاون کا مظاہرہ کیا - اب اس پر لکڑی کی ایک چھت ڈال دی گئی ہے تاکہ گنبد محفوظ رہے -

مزار جو گنبد میں ہے

گنبد میں اوپر والے ہال کے نیچے ایک قبر ہے جو مزین اینٹوں سے بنائی گئی ہے۔ بعض لوگ غلطی سے اسے میر سید ہمدانی کا مزار سمجھتے رہتے ہیں۔ مقامی روایت کے مطابق یہ میر سید علی ہمدانی کوئی دوسرے بزرگ ہیں اور شاید ان کا نام اپنے جد کے نام پر ہو۔ یہ بزرگ نوربخشی سلسلے سے منسوب تھے اور سیاہ پوش رہتے تھے۔ لوگ "شاہ سیاہ پوش" کے نام سے ان کو یاد کرتے ہیں۔ بظاہر یہ بزرگ اس جگہ کو اپنے چلہ خانہ کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیں۔ راقم الحروف نے خاندان علوی کے لوگوں اور دوسرے ہمدانیوں سے اس امر کی تحقیق کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سادات علوی کے دو افراد یہاں مدفون ہیں۔ ایک کا نام زید ابوالحسن ہے۔ ابھی تک ان دو افراد کے پورے حالات اور تاریخ ولادت یا وفات کا علم نہیں ہو سکا۔ کہتے ہیں کہ "شاہ سیاہ پوش" علوم ظاہری اور باطنی میں ماہر تھے اور سلوک و تصوف میں خلق خدا کی رہنمائی کرتے تھے۔ آپ اپنی خانقاہ میں فقہ اور علوم دین بھی پڑھاتے رہے اور اس طرح اپنے جد میر سید علی ہمدانی یعنی شاہ ہمدان سے خاصی مماثلت رکھتے تھے۔[۱۳۱]

گنبد علویان کے بارے میں مقامی روایات

اہل ہمدان اس گنبد کے بارے میں عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ گنبد کے نیچے سے ایک راستہ سیدھا خانہ کعبہ تک جاتا ہے۔ یہ افسانہ اس لیے مشہور ہوا کہ میر سید علی ہمدانی "شاہ سیاہ پوش" نے اپنے گھر اور اس گنبد کے نیچے زیر زمین راستہ بنا رکھا تھا تاکہ لوگوں کی نظروں سے بچ کر جب چاہیں وہ گھر سے گنبد پہنچ جائیں۔ لوگوں نے گنبد کی ظاہری حالت سے اسے یہ نام دیا ہے۔ اور شاید اس میں شاہ سیاہ پوش کی کرامات کو بھی دخل ہو۔ (زیر زمین راستے کے آثار اب بھی موجود ہیں)۔

۲۔ کہتے ہیں کہ گنبد کے نیچے دو تلواریں اور ان کے بیچ میں ایک تابوت ہے اگر کوئی نیک شخص

---

۱۳۱ یہ دو مزارات جن کی زیارت راقم الحروف کو بھی نصیب ہوئی، بظاہر کچھ عرصہ پہلے مرمت کیے گئے ہیں۔
"گنبد علویان" کو ان سالوں میں مرمت کیا گیا اور اس کے پہلو میں ایک ہائی اسکول "دبیرستان علویان" بنایا گیا ہے (مترجم)

وہاں داخل ہو تو بآسانی و سہولت گزر جائے گا اور اگر گنہگار یا بدکار ہو گا تو وہ تلواریں اس پر برس پڑیں گی ۔ اس کا جسم کٹ کر اس تابوت میں جا گرے گا ۔ (اس وقت تو زمین کی نچلی تہ کی طرف جاتا ہوا ایسا راستہ نظر نہیں آتا ہے) ۔

۳ ۔ کہتے ہیں اگر کسی کا کوئی عزیز پردیس میں گم ہو جائے اور اس کی زندگی اور موت کا علم نہ ہو تو چاہیے کہ گنبد کی نچلی سطح میں کھڑا ہو کر اسے زور سے آواز دے ۔ اگر گنبد سے ہنسی کی آواز آئے تو جان لے کہ وہ زندہ ہے ۔ اگر رونے کی آواز آئے تو یہ اس شخص کے فوت ہو جانے کی دلیل ہے ۔

۴ ۔ اگر کوئی شخص طعام پکا کر وہاں فقرا و غربا کو کھلائے تو اس کی ہر حاجت پوری ہو جاتی ہے ۔ بے اولاد عورتیں وہاں نذر و نیاز دیتی ہیں اور مشہور ہے کہ با اولاد ہو جاتی ہیں [۱۵] ۔

میر سید علی ہمدانی نے ایران، افغانستان اور برصغیر میں اپنی تعلیمات کے امٹ نقوش چھوڑے ہیں ان کے بارے میں یہ ان تحقیقات کا خلاصہ ہے جو خاکسار نے گذشتہ سال موسم بہار (۱۹۷۵ء) میں انجام دی تھیں ۔ یہ تحقیقات ابھی ناقص ہیں ۔ ممکن ہے دوسرے ان تحقیقات کو مکمل کریں [۱۶] ۔ میر سید علی ہمدانی کی ساری تصانیف کو پڑھیں، تصحیح کر کے چھاپیں اور اس طرح انشاء اللہ بڑے مفید نتائج حاصل ہوں گے ۔" (ترجمہ و توضیحات : ڈاکٹر محمد ریاض)

---

[۱۵] دلچسپی رکھنے والے حضرات کی خاطر میں اس گنبد کے سلسلے میں چند مصادر کا ذکر کرتا ہوں ۔ رسالہ آموزش و پرورش سال نہم شمارہ ۲ ۔ جناب محیط طباطبائی صاحب کا مقالہ ۔ (a) Coste: Monuments moderq-er de la press. (b) J-de. Morgan: Mission Press Etudes Geographiq Tome II. (c) Hertzfeld. Die Gumbd-i-Alwiyyan und die Bunkust der Ilkhane in Iran. (d) A survey of Persian Art Vols II, IV and V Relevent Press. (e) Geographical Factors in Persian Art by V. Minorsky. B.S.O.S. Vol IX Part III.

[۱۶] تکمیل کار کا ادعا تو بے معنی ہے البتہ راقم الحروف نے میر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے ۳۰ رسالوں کا مطالعہ کیا اور تحقیقات کے بعد ان کو مرتب کیا ہے البتہ ان کا چھپنا ابھی باقی ہے (مترجم)